گمنام

راحت وفا

راحت وفا

رات کے نو بجے تھے...

سُرخ چمکیلے فرش کے سینے پر سفید ٹویوٹا نے قدم جمائے تو ارمغان مرزا نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور گھر کے اندرونی داخلی دروازے سے باہر نکل کر خونخوار نظروں سے گاڑی لاک کرتے ارسلان مرزا اور اُس کے ساتھ کھڑی اپنی بیٹی ریشم مرزا کو دیکھا اور گرجدار آواز میں پوچھا۔

''رات کے نو بج رہے ہیں' کہاں سے آ رہے ہو؟''

''وہ بابا! میری ''...

''تم زبان بند رکھو' مجھے اس آوارہ گرد سے پوچھنے دو۔ ''

''چچا جان! میں آفس سے نکل رہا تھا ریشم نے فون کیا کہ مجھے میری سہیلی عترت کے گھر سے پک کر لو۔ ''

''اور تم خدمت گار بن کر میری بیٹی کو لینے پہنچ گئے۔'' ارمغان مرزا کے لہجے میں بجلیاں کڑک رہی تھیں... ارسلان کے چہرے کا رنگ متغیر ہونا شروع ہو گیا۔ ریشم بی بی بے چارگی کے عالم میں ہونٹ چبا رہی تھی ...

''بابا! ارسلان سے تو میں نے ریکویسٹ کی تھی۔ ''

"کیونکہ ڈرائیور چھٹی پر چلا گیا تھا یا اور ملازمین مر گئے تھے' تمہاری تو خیریت میں اندر چل کر دریافت کرتا ہوں، چلو اندر..." ریشم نہ چاہتے ہوئے بھی اندر کی طرف چلی گئی اب صرف ارسلان کسی مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔

جانے تم کس مٹی سے بنے ہو ایک بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔" انہوں نے بالکل قریب ہو کر دانت کچکچائے۔

ارسلان چند قدم پیچھے ہو گیا اس ڈر سے کہ کہیں چچا ارمغان مرزا سچ مچ کچا نہ چبا ڈالیں۔

"چچا جان! میرا قصور کیا ہے؟"

"خبردار جو مجھے چچا جان کہا' تم ہمارے بڑے بھائی کی کم فہمی سے تو رشتہ بنا سکتے ہو ہم سے نہیں۔"

"جانے آپ کس جرم کی سزا دے رہے ہیں؟" وہ دھیرے سے بولا۔

"تمہیں جرم بھی معلوم ہے اور سزا بھی۔ بس آئندہ میں تمہیں ریشم کے ساتھ نہ دیکھوں۔"

"جبکہ آپ جانتے ہیں کہ ریشم اور میں ساتھ کھیل کر بڑے ہوئے ہیں۔"

"اگر بھائی جان اور بھابی جان کا خیال نہ ہوتا تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔"

"چچا جان! آپ اب مجھے نکلوا دیں' میں پلٹ کر کبھی نہیں آؤں گا۔" وہ اپنے مزاج کے مطابق سر سے پاؤں تک کڑوا ہو گیا۔ اس بات کو محسوس کر کے ارمغان مرزا نے آخری جملہ کہا اور بھاری قدموں سے اندر چلے گئے۔

"تم رہو یا جاؤ مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا' ریشم کا نام بھی تمہاری زبان سے نہیں سننا چاہتا۔"

وہ کچھ دیر کھڑا آسمان کی وسعتوں میں گھورتا رہا... اس وقت آسمان پر تارے جھلملا رہے تھے' چاند مسکرا رہا تھا... وہ بھی دکھ سے مسکرایا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ حالانکہ آفس جاتے ہوئے اور آتے ہی وہ پہلے ہال کمرے میں بابا جان کو مل کر انہیں مکمل تفصیل سے آگاہ کرتا تھا۔ بی بی جان بھی زیادہ تر اصفہان مرزا

کے پاس ہال کمرے میں ہی ہوتی تھیں' یا یوں کہہ لیجئے کہ ہال کمرہ ہر طرح کی میٹنگ کا مرکز تھا... مگر اس وقت میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ارمغان مرزا باہر سے پھنکارتے ہوئے سیدھے وہیں آئے تھے اور اپنی بیوی رابعہ پر برس رہے تھے۔

"میرے کہنے میں کمی ہے یا تمہارے سننے میں کسر ہے رابعہ بیگم۔"

"کیا ہو گیا ہے ایسا۔" سب کی موجودگی میں اس طرح مخاطب کرنے پر رابعہ نے سبکی محسوس کی۔

"بلاؤ اپنی لاڈلی کو اور پوچھو' تم سے ایک بیٹی کی تربیت نہیں ہو سکتی تو اپنے گھر چلی جاؤ"...

"ارے ہائے ہائے! کیسی خرافات بک رہے ہو ارمغان' کیا قیامت آ گئی' بی بی جان کا نرم و نازک حساس سا دل کانپ اٹھا۔ دیورانی کی حمایت میں دیور کو للکارا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں اب اگر ریشم ارسلان کے ساتھ کہیں گئی تو رابعہ بیگم کو اپنے گھر جانا ہو گا۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولے۔

"ارمغان! ہوش میں تو ہو۔" اصفہان مرزا نے مداخلت کی... تو وہ سنجیدگی سے بولے۔

"بھائی جان! مجھے ریشم کے ساتھ ارسلان کا بات کرنا بھی گوارہ نہیں۔"

"ارسلان ہمارا بیٹا ہے' کچھ خیال کر کے بات کرو۔"

'بیٹا ہے نہیں آپ سمجھتے ہیں' مجھے آپ کے سمجھنے پر کوئی اعتراض نہیں بس آپ اسے سمجھا دیں کہ ریشم سے دور رہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے کہہ گئے۔ بی بی جان کی جان پر بن آئی انہیں اگر ارسلان پیارا تھا تو ریشم بھی جان تھی' ماں سے زیادہ وہ ان کے پاس ہی رہتی تھی وہ تو حواس باختہ ہو گئیں۔"

"یہ سمجھنے کی خوب کہی تم نے وہ ہمارا بیٹا ہے' ریشم ہماری بیٹی ہے وہ دونوں ہمیں پیارے ہیں نئی بات کیا ہے اس میں۔" بی بی جان کی آواز میں حیرت کے ساتھ غصہ محسوس ہو رہا تھا جسے ارمغان کے ساتھ ساتھ رابعہ نے بھی محسوس کیا۔

"بھابی جان! ارسلان کی حقیقت آپ تسلیم کریں یا نہ کریں مگر ہماری بیٹی کا معاملہ ہے' جب تک ارسلان امریکہ رہا گھر میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوئی اب جبکہ وہ تعلیم مکمل کر کے مستقل آگیا ہے تو ہمیں فکر ہوئی ہے۔" رابعہ نے اپنے مخصوص دھیمے سے لہجے میں اپنا خیال پیش کر دیا... اصفہان بھونچکا سے رہ گئے۔

"ارسلان تعلیم مکمل کر کے اپنے گھر میں آیا ہے' ریشم کے لیے غیر اور اجنبی کب سے بنا دیا تم دونوں نے، ہم ان کی شادی کا سوچ رہے ہیں اور تم"...

"پلیز بھائی جان! آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی ارسلان کو تسلیم نہیں کیا ولدیت کے خانے میں اپنا نام لکھ دینے سے آپ اس گمنام کے والد نہیں بن سکتے۔ جانے کس کا خون ہے؟ آپ نے اپنا وارث بنا لیا۔" ارمغان نے زہر افشانی کی۔

ارمغان! اتنے سفاک نہ بنو بچے معصوم ہوتے ہیں' جس ماحول میں رہیں ویسے ہو جاتے ہیں' ہم نے ارسلان کو حقیقی بیٹا سمجھ کر اپنے سینے سے لگایا تھا وہ ہمارے سونے آنگن کی بہار بن کر آیا تھا' ہمارے جگر کا ٹکڑا ہے۔" اصفہان مرزا نے کہا تو ارمغان نے طنزیہ ہنس کر دیکھا اور کہا۔

"ٹھیک ہے آپ کا ظرف وسیع ہے جس کا چاہیں اپنی وراثت میں نام لکھیں پر یاد رکھیں ریشم کے لیے جیسا آپ چاہتے ہیں وہ کبھی نہیں ہو گا۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ بی بی جان نے باقاعدہ رونا شروع کر دیا۔

"طاہرہ! ذہن پر بوجھ نہ ڈالو' ارمغان جذباتی ہے وقت آنے پر سمجھ جائے گا۔"

"معاف کرنا بھائی جان! ریشم ہماری اکلوتی اولاد ہے اسے کسی ایسے نوجوان سے ہم نہیں بیاہ سکتے جس کے باپ دادا کے نام نسب کا ہمیں پتہ نہیں۔" رابعہ نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"رابعہ! اتنی کٹھور نہ بنو' ریشم اور ارسلان ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔" بی بی جان نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ ارسلان کو سمجھائیں' ہم ریشم کو سمجھا لیں گے۔" رابعہ یہ کہہ کر چلی گئی۔ اصفہان مرزا اور بی بی جان دونوں گہری سوچ میں غرق ہو گئے۔

بی بی جان کا دل بیٹے کے لیے مٹھی میں آگیا... دروازہ کھلا تھا' کمرے میں گہری تاریکی تھی۔ بیڈ پر بیٹھا وہ سامنے رکھے ٹی وی کو ریموٹ سے کبھی آف کر رہا تھا اور کبھی ٹی وی آن ہونے پر جو روشنی پیدا ہو رہی تھی اس میں اس کے چہرے پر پھیلا کرب واضح دکھائی دے رہا تھا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں اجنبی سا احساس تھا... اُن کا دل دکھی ہو گیا لاڈلے بیٹے کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہو گی یہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں اس کو اس وقت سنبھالنا بڑا کٹھن کام تھا پھر بھی انہوں نے ہمت کر کے کمرے کی لائٹ آن کی تو اپنی بھی آنکھیں ذرا دیر کو چندھیا گئیں۔ وہ بھی ریموٹ رکھ کے آنکھیں ملنے لگا۔

"میرے گھر کی روشنی اندھیرے میں کیوں ہے؟" وہ محبت سے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں تو وہ ٹال گیا۔

"آپ ابھی تک سوئی نہیں۔"

"میرے بیٹے نے کھانا نہیں کھایا' اپنے بابا جان اور بی بی جان کو شب بخیر نہیں کہا' میں کیسے سو جاتی؟"

"بی بی جان! آپ کو نہیں لگتا کہ آپ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔"

"کیسی خود فریبی؟"

’’یہی کہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں۔ ‘‘

’’اللہ نہ کرے، میرا بیٹا تو میرے پاس ہے کیسی دل دہلانے والی بات کر دی تم نے۔‘‘ وہ کانپ اٹھیں۔

’’بی بی جان! خدارا آپ حقیقت کی دنیا میں آئیں، میں جانے کس راہ چل کر آپ تک پہنچا ہوں، چچا جان سچ کہتے ہیں کہ میں گمنام ہوں، میری پیشانی پر گھر سے بھاگنے والے بچے کا لیبل لگا ہے، آپ میرے محسن ہیں پر میں آپ کا بیٹا نہیں۔ ‘‘

’’ارسلان! کیا کبھی ہماری محبت میں کوئی کمی محسوس کی تم نے، کسی دوسرے کے کہنے سے اتنا بدل گئے ہو۔ ‘‘

’’وہ دوسرے نہیں ہیں بابا جان کے سگے بھائی ہیں، ریشم کے بابا ہیں۔ ‘‘

’’وہ جو بھی ہیں، ہماے بیٹے تو تم ہو، جب ہم نے ستائیس سال کسی کی پروا نہیں کی تو تم کیوں سوچتے ہو؟‘‘ ان کی آواز میں سنجیدگی آ گئی۔

’’بی بی جان! بابا جان اور آپ چچا جان سے بہت محبت کرتی ہیں میری وجہ سے گھر میں بدمزگی ہو یہ میں نہیں چاہتا، چچا جان نے آج جو کیا وہ ناقابل برداشت ہے۔ ‘‘

’’مجھے اندازہ ہے، مگر بیٹا اس میں ریشم کا کیا قصور؟ وہ تو تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے، ارمغان بھی دھیرے دھیرے مان جائے گا۔ ‘‘

’’نہیں بی بی جان! چچا جان کی آنکھوں میں ہمیشہ میرے لیے شدید نفرت رہی ہے۔ میں ان کی مرضی کے خلاف ریشم سے نہیں بات کروں گا۔ ‘‘

’’اچھا دیکھیں گے فی الحال چلو اٹھو چل کر کھانا کھاؤ، ہم بوڑھے لوگوں سے بھوک برداشت نہیں ہوتی۔‘‘

...☆☆☆...

’’یہ بات ریشم بٹیا کی سمجھ میں بھی نہیں آتی۔ بی بی جان اونکا بھی تم ہی سمجھاؤ ہماری اور رابعہ بی بی کی تو ایک نہیں مانت... رو رو کے ایں موٹی موٹی آنکھیں کرت ہے۔‘‘ بُوا نے اسی لمحے کمرے میں داخل ہو کر اونچی آواز میں شور مچا دیا۔ بی بی جان نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

’’لو! دیکھ لو، وہ دیوانی کیا کر رہی ہے تمہاری خاطر۔ ‘‘

’’سمجھا دیں اسے کہ لاوارث ان جان شخص کے لیے کچھ نہ کرے، سوسائٹی ایسے افراد کو جینے کا بھی حق نہیں دیتی، وہ ‘‘...

’’اچھا! بس کرو ایسا کچھ نہیں سوچتے سب ٹھیک ہو جائے گا، اصفہان مرزا کے بیٹے کو کسی چیز کی کمی نہیں۔‘‘ بی بی جان نے کہا تو بوا نے فوراً تائید کی۔

’’ارے اور نہیں تو کیا ارسلان باوا! یوں ہمت نہیں ہارت سب اچھا ہوئیں گا۔ ‘‘

’’اب اٹھو کھانے کے کمرے میں اپنے بابا کو لے کر پہنچو، میں ریشم کو لے کر آتی ہوں۔‘‘ بی بی جان یہ کہہ کر کمرے سے چلی گئیں۔ ان کے ساتھ ہی بوا بھی نکل گئیں۔ وہ بادل نخواستہ اٹھا اور ہاتھ منہ دھونے کی غرض سے واش روم میں گھس گیا۔

ناشتے کی میز پر غیر معمولی خاموشی تھی۔ سب چپ چاپ ناشتہ کرنے کی بھرپور اداکاری کر رہے تھے۔ رات کی بات کے اثرات بڑے واضح تھے۔ ایسے میں ارسلان چائے کا کپ رکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اصفہان مرزا نے بارعب آواز میں اُسے مخاطب کیا۔

’’ارسلان! ریشم کو یونیورسٹی چھوڑتے ہوئے جاؤ۔‘‘

"بھائی جان! ریشم ارسلان کے ساتھ نہیں جائے گی۔" ارمغان نے سختی سے کہا۔

"ایسا پہلی بار ہو رہا ہے اور نہ آخری بار' ریشم ارسلان کے ساتھ جائے گی یہ میرا حکم ہے۔" اصفہان مرزا نے ان سے بھی زیادہ سختی سے کہا۔

"بھائی جان! آپ بلاوجہ ضد کر رہے ہیں۔"

"اور تم بلاوجہ اختلاف کر رہے ہو یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم نے تمہیں کتنے لاڈ پیار سے پالا ہے' بے اولاد ہو کر بھی تمہیں اپنی اولاد سمجھا' اللہ نے ارسلان دیا تب بھی تمہاری محبت میں کمی نہیں آنے دی۔ آج تمہیں ہمارے بیٹے سے اختلاف ہو رہا ہے۔" اصفہان مرزا حد درجہ دکھی ہو گئے۔

"ارسلان اور ریشم تم دونوں جاؤ۔" بی بی جان نے انہیں جانے کو کہا تو رابعہ اور ارمغان جز بز سے ہو کر چپ رہے۔

"میرے ارسلان میں کیا خرابی ہے؟ ہماری ہر چیز کا مالک ہے۔"

"بس ایک ہی خرابی ہے کہ وہ گھر سے بھاگا ہوا بچہ ہے جس کے باپ دادا سے آپ ناواقف ہیں' ایسے بچے کو میں اپنی اکلوتی بیٹی کے لیے پسند نہیں کر سکتا۔" ارمغان مرزا نے کہا تو بی بی جان بولیں۔

"ارمغان! گھر سے بھاگنے والے بچوں کی بھی کوئی مجبوری ہوتی ہے' جن گھروں میں بچوں پر بے جا تشدد ہوتا ہے' جبراً مشقت لی جاتی ہے وہاں بچے اس راستے کا انتخاب کرتے ہیں' بہت سے برے ہاتھوں کا شکار ہو جاتے ہیں' اکا دکا ہوتے ہیں جنہیں کوئی اولاد بناتا ہے' خود سوچو! اگر معصوم بچوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے تو ان کا مستقبل کیا ہو؟ ان کی منزل کیا ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایسے بچوں کے لیے یتیم خانے اور چھتیس سو فلاحی ادارے کام کر رہے ہیں' ضروری نہیں کہ گھروں کو یتیم خانے بنایا جائے... پھر اولاد بنانا تو سراسر حماقت ہے۔" ارمغان مرزا کی سوچ میں ذرا سی بھی تبدیلی نہ آئی۔

"بچے معصوم ہوتے ہیں اپنے ہوں یا پرائے' اگر اللہ نے اس نعمت سے محروم رکھا ہو تو انہیں کلیجے سے لگانا چاہئے۔ ہمارے ہاں یہی تو سفاکی ہے کہ ایک طرف معاشرے میں ظالم جابر باپ ہیں جو بچوں پر تشدد کرتے ہیں دوسری طرف ظالم افراد پر مشتمل معاشرہ ہے جو ایسے بچوں کو ذلیل و خوار ہونے کے لیے چھوڑ دیتا ہے' ان معصوم بچوں کو تحفظ دیں' اپنائیں تو مجرم بننے کا عمل رک سکتا ہے۔" اصفہان مرزا نے سمجھانا چاہا تو وہ رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ جو چاہیں سوچیں بات اپنے اپنے خیال کی ہے' پھر بات ہو گی' آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اصفہان مرزا بھی چلے گئے' تب بی بی جان نے رابعہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

رابعہ! گھر میں اس طرح کے خیالات کے بعد ارسلان متنفر ہو کر کہیں چلا نہ جائے' اس لیے اس خیال کو بدلو' پلیز ارمغان کو سمجھاؤ ہم بے اولاد ہیں ارسلان ہماری زندگی ہے وہ کہیں چلا گیا تو ہم جیتے جی مر جائیں گے۔"

"آپ لوگ بھی پھر اس بات کا خیال رکھیں کہ ریشم اور ارسلان کا رشتہ نہیں ہو سکتا۔"

"ریشم کی ماں ہو کر بھی کیسی بات کرتی ہو؟ کبھی بیٹی کی آنکھوں میں اترتے جگنو دیکھے ہیں اس کے لبوں پر کھلے گلاب دیکھے ہیں... یہ محبت کے جگنو اور گلاب ہیں' ریشم کے جذبات کا خیال کرو۔"

"بی بی جان! مجھے تو ریشم کا خیال ہے لیکن کیا آپ ارمغان کو نہیں جانتیں؟" رابعہ بے بسی سے بولی۔

"تم سمجھانے کی کوشش تو کرو۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی۔" رابعہ نے کسی حد تک یقین دلایا مگر دوسری طرف ارسلان گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ریشم کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے یہ باتیں مت سمجھائو' تمہارے بدلے میں کچھ بھی منظور نہیں۔" وہ رقت آمیز لہجے میں چلا پڑی۔

"ریشم! میرا خواب حقیقت نہیں بن سکتا۔ تم اپنے بابا کے مزاج سے واقف ہو' میرا جرم وہ معاف نہیں کر سکتے' پھر کیوں زندگی مشکل بنا رہی ہو' مجھے بھول جائو..." یونیورسٹی کی کار پارکنگ میں گاڑی روکتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولا تو وہ رو دی۔

"قسم کھا کر کہو کہ یہ تم دل سے کہہ رہے ہو' مجھے بھول سکتے ہو بولو۔"

"یہ تو سراسر میرا ذاتی مسئلہ ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"میں اور میری محبت تمہارا مسئلہ نہیں بتائو۔"

"سب کچھ جانتے ہوئے بھی احمقانہ باتیں کر رہی ہو' یقین کر لو کہ ہم مل نہیں سکتے۔" اُس نے دانستہ لہجے میں سختی پیدا کی تا کہ ریشم دور ہو سکے... مگر وہ تو ہچکیوں سے رونے لگی ارسلان بوکھلا گیا۔ دائیں بائیں رکنے والی گاڑیوں سے اترنے والی لڑکیاں اور لڑکے ذومعنی نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"اوا چھا بابا! اس وقت تو چپ ہو جائو اور اب اترو تمہارا لیسن شروع ہو گیا ہو گا۔" اُس نے نرمی سے کہا۔

"آئندہ کبھی ایسا مت سوچنا' میں تمہارے سوا کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" وہ آنکھیں صاف کر کے گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد ارسلان نے ایک سرد لمبی آہ بھری اور واپسی کے لیے گاڑی اسٹارٹ کی۔ وہ اسے کیسے سمجھاتا کہ اس کی کوئی منزل نہیں' کوئی پہچان نہیں وہ ان جانے راستوں کا مسافر ہے...

ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔

گھر کے سب افراد اپنی اپنی ذات کے خانوں میں بند اندر ہی اندر جنگ لڑ رہے تھے۔ ایسے میں بوا تن تنہا سب کی الجھن پر پریشان تھیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس کو سمجھائیں کوئی بھی تو سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا... اصفہان مرزا اور بی بی جان کو زیادہ فکر اپنے بیٹے کی تھی۔ وہ کسی قیمت پر ارسلان کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سمجھوتہ کر لیا تھا کہ اگر ارمغان ریشم کا رشتہ نہیں دینا چاہتا تو نہ دے ارسلان کو کسی نہ کسی طرح سمجھا لیں گے۔ یہ سوچ کر وہ کسی حد تک مطمئن تھے مگر دوسری طرف رابعہ کو ریشم کی فکر تھی ارمغان تو اس فکر سے بھی آزاد تھے جبکہ رابعہ ادھیڑ بن میں گرفتار تھی۔ ارمغان کتاب سے نظریں ہٹا کر بیوی کو دیکھ چکے تھے۔ جب کافی وقت گزر گیا تو کتاب بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں"...

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔" وہ شرارتی انداز میں بولے۔

"آپ اتنے ان جان بھی نہیں ہیں' گھر میں پھیلی خاموشی سے آپ واقف نہیں ہیں کیا؟"

"وہ بھائی جان اور بی بی جان کی ضد ہے۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئے۔

"آپ ریشم کی بھی تو فکر کریں' ہماری ایک ہی بیٹی ہے۔" رابعہ اٹھ کر ان کے سامنے آ بیٹھی۔

"کیوں کیا ہوا ریشم کو؟"

"جو ابھی نہیں ہوا وہ آپ کی بے جا ضد کی وجہ سے ہو جائے گا۔"

"ایک اجنبی لاوارث نوجوان کو داماد بنا لوں یہ چاہتی ہو۔" وہ بھڑک اٹھے۔

"ارسلان ہمارے گھر میں ہماری نظروں کے سامنے پلا بڑھا ہے اس میں کوئی کمی نہیں سوائے اس کے کہ اس نے باپ کے تشدد مار پیٹ سے تنگ آکر گھر چھوڑا... خود سوچئے ایک بچہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔"

"معاشرے میں ایسے بچوں کی یا افراد کی عزت نہیں ہوتی، میں لوگوں کو کیا جواب دوں گا کہ میری بیٹی کے لیے اعلیٰ خاندانی رشتوں کی کمی تھی اس لیے میں نے لاوارث بچے کا انتخاب کیا۔"

"ارمغان! تم جو چاہو فیصلہ کرو مگر ہمارے بیٹے کو آئندہ لاوارث مت کہنا۔بی بی جان اچانک کمرے میں آئیں اور سخت غصیلے انداز میں کہہ کر نکل گئیں۔

"ارمغان! بھائی جان اگر اسے اپنا وارث بنا چکے ہیں تو آپ بھائی جان کے حوالے سے اسے تسلیم کریں گے۔ کیا لوگ نہیں جانتے کہ ارسلان بھائی جان کا اکلوتا بیٹا ہے۔"

"مگر حقیقت تو یہ نہیں ہے۔"

"بہر کیف! میری ریشم کی خوشی میری خوشی ہے۔مجھے بی بی جان اور بھائی جان کا دل بھی دکھانا اچھا نہیں لگ رہا۔"

"اس معاملے میں خاموشی اختیار کرو، میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے، تم صرف ریشم کو لگام دو۔میں نے اپنے دوست انیس احمد کو اس کے بیٹے توصیف کے لیے رضامندی دے دی ہے، ایک دو روز میں وہ لوگ آئیں گے۔" ارمغان مرزا نے حتمی فیصلہ سنایا اور موبائل فون اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئے۔رابعہ افسردہ سی بیٹھی رہ گئیں۔

اس وقت وہ فائلوں کے ڈھیر میں محو تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

ریشم نے کمرے میں داخل ہو کر جلدی سے دروازہ بند کر لیا اور سہمی ہوئی سی اس کے سامنے آگئی۔اس نے اداس چہرے کو غور سے دیکھا پھر بند دروازے کو دیکھا۔"جب خوف دروازے بند کرنے پر مجبور کر دے تو ارادہ بدل لینا چاہئے۔"

"مجھے تمہارا ساتھ دینے کا یقین آجائے تو میں ہر خوف سے ٹکرا سکتی ہوں۔"

"میں ساتھ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"،اس نے نظریں جھکائے جھکائے جواب دیا۔

"میری طرف دیکھ کر بات کرو، کیا محبت بزدل بناتی ہے؟"

"بات گھر کی ہے، اپنے بزرگوں کے سامنے بہادری نہیں دکھا سکتا۔"

"بات غلط ہو تو بہادری دکھانی پڑتی ہے۔"

"نہیں! اس گھر کے بہت احسانات ہیں مجھ پر، اس گھر کی آن پر میں اپنی جان قربان کر سکتا ہوں، محبت بھلا کیا معنی رکھتی ہے۔"

"ارسلان! بابا میرا رشتہ کہیں طے کر رہے ہیں اور تُم..." وہ دبے دبے لہجے میں چلائی۔

"اچھی بات ہے، میں خوش ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔" وہ سسکیاں لینے لگی۔

"ایسا ہی ہو گا۔" وہ دھیرے سے بولا تو وہ پھٹ پڑی۔

"تمہیں کیا حق تھا میرے ساتھ کھیل کود کے جوان ہونے کا، میرے دکھ درد میں شریک ہونے کا، مجھ سے گھنٹوں میٹھی میٹھی باتیں کرنے کا... کیوں کرتے تھے ہزار ہا فون امریکہ سے؟"

"ریشم! چھوٹی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ میں کچھ بھی نہیں ہوں تمہارے بابا کی نظر میں۔وہ مجھے اس گھر میں دیکھنا پسند نہیں کرتے، کیا قدموں میں گر کے بھیک مانگوں، بولو کیا محبت میں خیرات لی جاتی

ہے۔اپنی انا اور خودداری اگر مٹی میں ملا بھی دوں تب بھی اپنا حسب نسب میں انہیں نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ میرا نشئی باپ پیسوں کے لیے مجھے روئی کی طرح دھنکتا تھا۔ ورکشاپ میں استاد میرے ہاتھ جلاتا تھا.... میری بیمار ستم رسیدہ ماں میرے حصے کی مار بھی اپنی کمر پر سہتی تھی...اس کی کمر کی ہڈیاں رات بھر درد سے پکارتی تھیں' میں اگر اور کچھ دن رہتا تو وہ مر جاتی' میرے بعد شاید ابا اسے نہ مارتا ہو... یہ سب میرا ماضی ہیں۔ دھندلی پرچھائیاں ہیں اور مجھے کچھ معلوم نہیں۔

''میرا کیا قصور ہے؟ تم پھر اس گھر میں کیوں آئے؟ کیوں آئے؟ ''

''ہاں! یہ بہت بڑا گناہ ہے' مگر اب کیا کروں ایک طرف میں ہوں اور دوسری طرف باباجان اور بی بی جان...'' وہ سرد لمبی سانس بھر کے بولا۔

''اور میں' میں کہیں بھی نہیں۔ ''

''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم کہاں ہو؟''

''پلیز! تم بابا سے بات کرو۔ ''

''یہ نہیں ہو سکتا' جس نفرت کا وہ اظہار کر چکے ہیں اس کے بعد لا حاصل ہے ہر بات' ویسے بھی مجھے اپنے سے زیادہ اپنے والدین کی عزت عزیز ہے' اب تم جاؤ ورنہ اور فساد ہوگا۔''

''تم بدل گئے ہو بالکل وہ نہیں رہے۔'' وہ روتے ہوئے کہہ کر کمرے سے بھاگ گئی اور وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر خود سے گویا باتیں کرنے لگا۔ ''تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں وہی ہوں' تمہاری چاہت میں پور پور ڈوبا' تمہاری محبت میں گرفتار ایسا بے بس ہوں کہ تم سے دور ہونے کے تصور سے کانپتا ہوں۔ پر کیا کروں پیاری! یہ دنیا ہے محبت کی ازلی دشمن' تمہیں اس دنیا کے فیصلے کے سامنے سر جھکانا ہے۔ میں تم سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

خود سے شرمندہ ہوں کاش! میں اس طرح ٹھکرایا نہ جاتا۔'' وہ اور جانے کتنی دیر اسی کیفیت میں کھویا رہتا کہ موبائل فون کی بیل نے اسے چونکا دیا۔

ارسلان نے صبح جلدی جانا اور رات دیر سے گھر آنا معمول بنا لیا۔ یہ بات خاص کر بی بی جان اور باباجان نے محسوس کی۔ چند ہی روز میں وہ کمزور کمزور بجھا بجھا دکھائی دینے لگا تھا بہت زیادہ باتونی تو وہ پہلے بھی نہیں تھا۔ بس خوش مزاج اور بے تکلف سا انسان تھا اس کی ذہانت گفتگو سے صاف نمایاں ہوتی تھی مگر اب تو یہ حالت ہو چکی تھی کہ بات کرنے پر بھی صرف ہوں ہاں میں جواب دے رہا تھا... اصفہان مرزا اور بی بی جان اپنے کمرے میں سر جوڑے اس سے متعلق ہی بات چیت کر رہے تھے کہ وہ آنکلا... خلاف توقع آج وہ ذرا جلدی آگیا تھا۔

''السلام علیکم''!

''وعلیکم السلام! میرا بیٹا آگیا...''اصفہان مرزا نے پرتپاک لہجہ اختیار کیا۔

''جی باباجان''!

''اور دن بھر کیا مصروفیت رہی؟''

''معمول کی مصروفیت تھی اور کچھ خاص نہیں۔''

''چلو مصروفیت نکال لیتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟ ''

''مطلب یہ کہ بیٹا جی! کراچی آفس بھی جا کر دیکھو' ملازمین لاکھ قابل اعتبار سہی ہم سے بہتر خیال نہیں رکھ سکتے... اس لیے ہفتے دو ہفتے کراچی لگا آؤ...'' وہ دانستہ نظریں چراتے ہوئے بولے۔

''اور یہاں ''...

"یہاں میں جایا کروں گا' یہاں تو ارمغان بھی ہے۔ "

"جیسے آپ چاہیں۔" وہ فرمانبرداری سے بولا۔

"جیتے رہو' اور بیٹا ذہن پر کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالو' تمہیں پریشان دیکھ کر تمہارے بوڑھے ماں باپ درد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

"اللہ نہ کرے کہ آپ تک کوئی دکھ درد آئے۔" وہ ان کا نحیف سا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر بولا تو سچ مچ اصفہان مرزا کو جیسے کسی نے گلوکوز کی بوتل لگادی۔ بی بی جان مسکرا اٹھیں۔

"میں کھانا لگواتی ہوں آپ دونوں باپ بیٹا آجائو۔"

"ٹھیک ہے آج کافی دنوں بعد بہت شدید بھوک کا احساس جاگا ہے۔" اصفہان مرزا بولے... تو ارسلان دھیرے سے مسکرادیا... اس کی مسکراہٹ میں چھپی تکلیف اصفہان مرزا نہ دیکھ سکے یا شاید دیکھ کر برداشت کر گئے۔

"بابا جان! آپ میرے لیے فکر مند نہ ہوں۔ "

"میں فکر مند نہیں رنجیدہ ہوں' ارمغان کے رویئے پر دکھی ہوں' تمہیں بچپن سے دیکھتا آیا ہے پھر بھی بیٹی کا ہاتھ کسی اور کے ہاتھ میں دینا چاہتا ہے مجھے تو ریشم کا بہت دکھ ہے چھوٹا سا منہ نکل آیا ہے' اس کا ہنسنا مسکرانا بھول گئی ہے۔ رات دن اپنے کمرے میں بند روتی رہتی ہے' مگر ارمغان کا دل نہیں پسیجتا۔" وہ افسردگی سے بولے۔

"آپ چھوڑیں اس ذکر کو' ریشم کو چچا جان کی بات مان لینی چاہئے۔ مجھے اگر آپ کا خیال نہ ہو تو میں چچا جان کے ایک بار کہنے پر یہ گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا جاتا۔ "

WWW.PAKSOCIETY.COM

"خبردار! جو اس طرح کی بات سوچی۔ ارمغان کے لیے زیادہ مسئلہ ریشم کا ہے۔ جہاں چاہے بیاہے' تمہارے لیے رشتوں کی کمی نہیں' ہمارے گھر کا چراغ تم ہو' اولاد صرف وہی نہیں ہوتی جو حقیقی ہو بلکہ اولاد وہ بھی ہوتی ہے جسے اولاد سمجھ کر پالا جائے... تم بھی اگر ایسا سوچنے لگے ہو تو اپنا خیال بدل لو۔" وہ رعب دار انداز میں بولے۔ ارسلان نے چپ سادھ لی ...

یوں چند دن مزید خاموشی میں گزر گئے آخر وہ دن آگیا جب ارمغان مرزا کے دوست انیس احمد اپنی فیملی کے ساتھ آئے اور ایک نظر میں ریشم کو پسند کر کے انگوٹھی پہنا گئے... گھر میں خوب گہما گہمی کا سماں رہا۔ مٹھائی کے ٹوکرے ٹی وی لائونج میں دیکھ کر ارسلان جان گیا کہ اصل بات کیا ہے؟ وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں گیا کیونکہ اس کی نو بجے کراچی کی فلائٹ تھی ضروری پیکنگ بی بی جان نے کرادی تھی صرف چند ضروری فائلیں لینی تھیں وہ انہیں ہی بریف کیس میں رکھ رہا تھا کہ بی بی جان ہانپتی کانپتی روتی پیٹتی آگئیں...

"ارسلان! ارسلان! وہ' وہ ریشم نے دروازہ بند کر لیا ہے' رو رہی ہے وہ کچھ کر نہ لے چل کے دروازہ کھلوائو۔"

"بی بی جان! میں دروازہ کھلوائوں' کس تعلق سے؟ وہ بولا۔

"بیٹا! اس وقت یہ بات بھول جائو' چلو چل کر اسے سمجھائو۔"

"نہیں بی بی جان! میں اسے کوئی خوش فہمی نہیں دینا چاہتا' اسے سمجھوتہ کرنا چاہئے۔ آپ جا کر سمجھائیں' مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ عجلت میں بریف کیس اٹھا کر نکل گیا اور بی بی جان گھبرا کر پھر ریشم کے کمرے کی طرف آگئیں۔

"ریشم! ریشم! میری بچی دروازہ کھولو..." رابعہ رونے لگی۔

"ریشم! ریشم بیٹا! بی بی جان کے کہنے پر دروازہ کھول دو۔"

"ارے ریشم بیٹا! ہم مر جائیں گے دروازہ کھولو' ہمارا دل بیٹھتا ہے۔" بوا نے گریہ کیا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اسی وقت اصفہان مرزا آ گئے۔

"ریشم! کن سفّاک لوگوں کے سامنے تم احتجاج کر رہی ہو' یہ تمہیں مار سکتے ہیں لیکن تمہاری خوشی کا خیال نہیں رکھ سکتے۔"

"نہیں بھائی جان! ایسا نہ کہیں' میں اپنی بچی کی خوشی چاہتی ہوں' ارمغان ہی سفّاک اور ظالم ہیں۔" رابعہ فوراً وضاحت کرنے لگی۔

"خیر! ہماری بیٹی اپنے تایا جان کی عزت رکھے گی' دروازہ کھولے گی اور والدین کے فیصلے پر رضامند ہو جائے گی۔ اصفہان مرزا کی بات سچ ثابت ہوئی ریشم نے دروازہ کھول دیا۔

دو ہفتے پلک جھپکتے میں گزر گئے۔ ارسلان کے واپس آنے کا دن آ گیا مگر وہ نہیں آیا سب متفکر تھے خاص کر اصفہان مرزا اور بی بی جان یا پھر ریشم کی اداس نظریں گیٹ پر لگی تھیں' کان آہٹ پر لگے تھے کسی اور کی انگوٹھی پہننے کے بعد بھی وہ اس کی منتظر کیوں تھی؟ وہ جو اجنبی بن کر چلا گیا پلٹ کر خبر تک نہیں لی تھی وہ آخر اس کے لیے بے قرار کیوں تھی؟ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی... انگلی میں پڑی انگوٹھی سے کھیلتے ہوئے وہ مسلسل ارسلان کے لیے ہی سوچ رہی تھی کہ ارمغان مرزا کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی وہ سخت اشتعال انگیز تیور لیے اندر آئے۔ ریشم جلدی سے راستے سے ہٹ کر ہال کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہاں اصفہان مرزا' بی بی جان اور رابعہ پہلے سے موجود تھے۔ ریشم گھبرائی گھبرائی سی اندر داخل ہوئی تو اصفہان مرزا نے بانہیں پھیلا دیں۔

"ارے میرا بچہ آیا ہے اس قدر گھبرایا ہوا کیوں ہے؟" وہ ان کے سینے سے لگ گئی۔ کچھ نہ کہہ سکی کہ ارمغان مرزا ہاتھ میں اخبار لیے وہیں آ گئے۔ ان کی آنکھیں جھکی تھیں' چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"بھائی جان! ارسلان کہاں ہے؟"

"کراچی' پر خیریت' کیا بات ہے؟" اصفہان مرزا بوکھلا گئے۔

"اسے تو آنا تھا۔"

"ہاں! پر بات کیا ہے؟"

"میں اس کے لیے بے قرار ہوں' اسے بلایئے بھائی جان!" ارمغان مرزا گلوگیر لہجے میں کہہ کر بھائی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"ارمغان! کیا بات ہے...؟" اب بی بی جان کے پریشان ہونے کی باری تھی۔

"میں آپ دونوں کا' ارسلان کا گنہگار ہوں' مجھے معاف کر دیں۔"

"کیا بات ہو گئی...؟" رابعہ بھی بول ہی پڑی۔

"انیس احمد اور توصیف احمد دس کروڑ کا فراڈ کر کے ملک سے فرار ہو گئے ہیں۔"

"ہائے میرے اللہ!" بے اختیار ہی رابعہ کے منہ سے نکلا۔

"حسب نسب اعلیٰ خاندان والے ہیں' تمہیں فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" اصفہان مرزا نے طنز کیا۔

"بی بی جان! میں غلطی پر تھا' میری ریشم تباہ ہونے سے بچ گئی۔"

"چلو اللہ کا شکر ادا کرو۔" بی بی جان نے کہا۔

"ہاں! ارمغان بعد میں حقیقت کھلتی تو ہم کیا کر لیتے؟"

"بھائی جان! ارسلان کو بلایئے میں اس سے شرمسار ہوں۔"

’ارمغان ! سب کچھ ویسا نہیں ہوتا جیسا ہم چاہتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ارسلان اب وہ چاہے جو تم چاہتے ہو۔“ کچھ سنجیدگی سے کہا۔

”میرا ارسلان پائوں کی جوتی نہیں جسے جب چاہا اتار دیا اور جب چاہا پہن لیا۔ انیس احمد کی حقیقت جانتے ہی تمہیں ارسلان یاد آگیا۔ یاد کرو کیسے کیسے تضحیک کی ہے تم نے۔ اس کا دل دکھایا۔ ہمیں رنجیدہ کیا۔ “

”آپ کی سب باتیں بجا مگر آپ اعلیٰ ظرف ہیں مجھے معاف کر دیں۔“ وہ ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئے۔

”ارسلان کی مرضی کے بنا میں فیصلہ نہیں کر سکتا‘ میں تو آج ویسے بھی اس کی طرف سے پریشان ہوں جانے کیوں نہیں آیا؟“

”انشااللہ آجائے گا آپ فکر نہ کریں...“ بی بی جان نے سمجھایا۔ عین اسی وقت گیٹ پر رکشہ رکا کچھ ہی دیر میں وہ سب حیرت سے پھٹی نگاہوں سے ارسلان کو دیکھ رہے تھے جس کی ٹانگوں سے لپٹا گورا چٹا بھوری بھوری آنکھوں والا بچہ سہمی سہمی نگاہوں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ تقریباً چھ سالہ بچے کی معصوم صورت پر سب ہی کو پیار آرہا تھا۔ مگر ساتھ ساتھ سب الجھن کا شکار تھے کہ یہ بچہ کون ہے ؟ “

”بابا جان ! یہ اسفند ہے جو میری طرح گھر کا راستہ بھول چکا ہے۔ اسے بھٹکنے سے بچانے کے لیے میں پولیس اسٹیشن سے لے آیا ہوں‘ آپ نے مجھے منزل دی اور میں اسفند کو منزل کا راستہ دکھائوں گا۔ “

”شاباش ! مجھے تم پر فخر ہے۔“ اصفہان مرزا کی بوڑھی نگاہوں میں فخریہ آنسو جگمگانے لگے۔ انہوں نے بازو پھیلا کر اسفند کو بانہوں میں بھر لیا۔

...☆...